(۲)

دَورِ حاضر کی قبا پر ذلت کا ایک اور سیاہ نمغہ آویزاں ہو گیا۔

برما کی سرزمین جہاں اسلام کی ابتدائی کرنیں فتح سندھ و ہند سے بھی پہلے پہنچ گئی تھیں، وہاں مسلمان ایک بڑی تعداد میں مدتِ دراز سے آباد تھے۔ انہوں نے جہاں اس سرزمین سے معاش حاصل کی، وہاں برما کی اقتصادی بہبود کے ساتھ ساتھ علمی، فکری، اخلاقی، معاشرتی اور ثقافتی لحاظ سے اس کی ترقی میں بھی حصّہ ادا کیا۔ شریف و معزز قومیں نسلی اور مذہبی امتیازات کے بغیر ہر کسی کی تعمیری خدمات کی قدر کرتی ہیں۔ جہاں تک ہماری عام معلومات کا تعلق ہے، برما کے مسلمان نہ تو کسی بغاوت سے کبھی ملوث ہوئے، نہ وہ جرائم کیش تھے کہ اُن کے خلاف حکومت من الحیث الجماعت کوئی تباہ کُن اقدام کرنے میں برسرِحق ہوتی۔

کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے کہ برما کے بودھوں نے اشتراکی اثرات کے تحت اقتدار کے اسلحہ سے مسلح ہو کر اختصاصی طور پر مسلمانوں کی مذہبی کمیونٹی کے خلاف جنگ چھیڑ دی ہے۔ شہریوں کی ایک اقلیت کے خلاف حکومت کی طرف سے ایک ایسی کارروائی کا ہونا جس کا مقصد اور عملی نتیجہ ان کو تہس نہس کرنا اور ملک کے حدود سے ان کو نکال کر باہر کرنا ہو، اس دَور کی اقوام کے دستوری اعلانات و روایات اور ادارۂ اقوام متحدہ کے بنیادی چارٹر کے خلاف ہے۔

کیا جواب ہے بودھوں کے پاس اس سوال کا کہ کیا تمہارا بدھ مت انسانوں کے ساتھ اور خصوصاً تمہارے ساتھ برسوں مل کر رہنے والی اقلیتوں کے ساتھ ایسے ہی سلوک کی تلقین کرتا ہے، کیا تمہارے مہاتما بدھ کی میراث نفرت اور تشدد ہے؟ کیا میدانِ جنگ اور عدالتی دائرے سے باہر انسانی جانوں کا اتلاف جائز ہے؟ کیا آباد گھروں کو اجاڑنا کوئی معقول حرکت ہے؟

دو ڈھائی لاکھ افراد کا اس حالت میں بنگلہ دیش کی سرحد کے اِس پار دھکیل دینا کہ ان کے مکانوں اور دکانوں کو جلا دیا گیا ہو، ان کے سامان لوٹ لیے گئے ہوں، ان کے بے شمار افراد گولیوں سے بھون دیے گئے ہوں، ہزاروں عورتوں کے ناموس درندگی کا شکار ہو گئے ہوں، معصوم بچوں تک کے خون سے برما کی زمین کو رنگین کر دیا گیا ہو، نوجوانوں کو گرفتار کر کے سڑکوں کی تعمیر کرانے کے لیے بیگار میں لگا دیا گیا ہو،

اور خوف و ہراس کے اس عالم میں ۵۰ لاکھ مسلمانوں کی پوری آبادی ذہنی طور پر اکھڑ چکی ہو اور ہر فرد اور ہر گھرانا اسی سوچ میں ہو کہ وہ کب کدھر سے ہو کر کہاں چلا جائے، تو اس ساری صورتِ حالات کو برما کی حکومت کے ایک سنگین مجرمانہ فعل کا آئینہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔

بنگلہ دیش خود کثیر آبادی کا ایک محدود الوسائل ملک ہے اور مغربی پاکستان سے الگ ہونے کے بعد وہ ابھی تک اچھی طرح اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہیں ہو پایا کہ اس کے سر پر اتنا بڑا بوجھ ڈال دیا گیا ہے[1]۔ وہاں جو ہزار ہا افراد پہنچ چکے ہیں اور جن کی آمد ایک قطارِ مسلسل کی صورت میں (تقریباً ۵ ہزار افراد روزانہ) جاری ہے۔ ان کے لیے سر چھپانے کے انتظامات کیے جانے ہیں (درآنحالیکہ شدید بارشوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے) جو ابھی بہت محدود اور بہت ناقص شکل میں ہیں، ان کے لیے غذا کی فراہمی کے علاوہ پینے کے صاف پانی کی رسد کا بھاری مسئلہ حل طلب ہے، پھر اس بے گھر آبادی میں سے بھوک پیاس، نمونیے اور ہیضے سے مرنے والوں کی ایک کثیر تعداد نے دوا علاج کے معقول انتظامات کی اہمیت واضح کر دی ہے۔ یہ سارا بوجھ اُٹھانا بنگلہ دیش کے بس کا روگ نہ تھا، غنیمت ہے کہ بین الاقوامی سطح پر حرکت شروع ہو گئی ہے، اور قابلِ رشک مثال ہے کہ اسلامی سیکریٹیریٹ کی طرف سے ۸ لاکھ ڈالر کی امداد دی جا رہی ہے۔ اس کے باوجود تارکین وطن کا ایک تہائی حصہ کچھ عرصے میں ختم ہو جائے گا۔ جو زندہ رہیں گے وہ بھی انتہائی تکلیف دہ حالات میں رہیں گے جیسا کہ دنیا میں کیمپوں کی (باقی اشارات بر صفحہ ۳۹

---

[1] درحقیقت یہ ایک پر اسرار معاملہ ہے۔ کبھی کبھی کسی آبادی کا ملک بدر کرنا یا اس کا ہجرت کرنا بڑے بڑے حوادث کا باعث بنتا ہے۔ سابق مشرقی پاکستان سے کچھ صحیح اور کچھ غلط طور پر جو آبادی انڈیا گئی تھی۔ اسے انڈیا نے مشرقی پاکستان پر حملے کا سبب بنا لیا۔ اب معاملہ اُلٹ ہے۔ اگر بنگلہ دیش برما سے سخت رویہ اختیار کرے تو برما کے پردے کے پیچھے سے اسی طرح کی کوئی اور قوت نکل آئے گی۔ جیسے انڈیا کے پیچھے سے نمودار ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کسی خاص منصوبے کے تحت یہ سارا ہنگامہ کھڑا کیا گیا ہو۔ افغانستان میں فوجی انقلاب، ایران میں مخالفِ حکومت ہنگامے، بنگلہ دیش میں برما سے نکلے ہوئے مسلمانوں کا مسئلہ اور پاکستان میں بھٹو کے پیدا کردہ بحران کے شاخسانے، ایشیا کے ان غیر اشتراکی ممالک میں واقعات کی آپس میں ملی ہوئی کڑیاں ہیں یا محض اتفاق ہیں۔